ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ذوق کی غزل اور سراپائے محبوب

*Matloob Hussain, **Majid Mushtaq

ABSTRACT:
The praise of the beloved has been a favorite subject of poetry of all times. Poets combine the folds of heaven and earth to describe the over all beauty of their beloved. In literature praise the beauty of beloved is called sirapa nigari. Even a poet cannot be found who has not described Sarapaye Yar in any way. A study of the words of Sheikh Ibrahim Zauq also testifies that he has crushed Sarapaye Mehboob very carefully. He describes his beloved's hair, forehead, eyes, cheeks, gait, height and delicacy with great pleasure, but it shows a certain posture and sobriety. He does not leave the foot step of moderation anywhere. He sometimes uses similes and sometimes uses metaphors to create charm. His symbols and allusions also play an important role in this context. Because of these qualities, Zauq is considered not only an important poet of Dabbistan Delhi. He also holds a key position in the overall tradition of Urdu ghazal.
Keywords: *Beloved, sirapa nigari, forehead, eyes, cheeks, gait, similes, allusions.*

غزل، قصیدے کے بطن سے جنم لینے والی صنف سخن ہے۔ قصیدے کا ابتدائی حصہ جو تشبیب یا نسیب کہلاتا ہے، جس میں قصیدہ نگار اپنی داستان محبت، ہجر و وصال کا اضطراب و سرشاری اور اپنے پری تمثال کے حسن و جمال کے قصے اس طرح بیان کرتا جو اپنی ہیت میں ایک الگ اور مکمل صنف سخن کے اوصاف لیے ہوئے تھا۔ بعد ازاں قصیدے کا یہی ابتدائی حصہ الگ ہو کر صنف غزل کی بنیاد بنا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اسے قلیل مدت میں وہ شہرت، مقبولیت اور پذیرائی نصیب ہوئی کہ صدیوں سے رائج دیگر شعری اصناف اس پر رشک کرنے لگیں۔ شبلی نعمانی کے بقول:

> ”قصیدہ کی ابتدا میں عشقیہ اشعار کہنے کا دستور تھا، اس حصہ کو الگ کر لیا تو غزل بن گئی، گویا قصیدہ کے درخت سے ایک قلم لے کر الگ لگا لیا۔“(۱)

ذوق کے حوالے سے عمومی رائے ہے کہ ان کی شاعری محض سادہ، سپاٹ اور بے مزہ سی ہے۔ وہ استاد شعرا میں ضرور شمار ہوتے ہیں لیکن ان کے کلام میں وہ دل کشی اور کشش نہیں جو انہیں بڑا فن کار ثابت کرے۔

---

*Lecturer, Department of Urdu, Govt. Post Graduate College, Sahiwal.
**Lecturer, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

میرے خیال میں یہ مفروضہ محض روایتی طرز کی سوچ اور تنقید کا مظہر ہے۔یوں لگتا ہے کہ اکثر ناقدین نے کلام ذوق کو پڑھنے کی بجائے محض سنی سنائی باتوں کو ہی بنیاد بنا کر ایک مخصوص ذہنیت کے تحت ایسا لکھا ہے۔ورنہ ان کا دیوان فنی پختگی کے ساتھ ساتھ فکر کی بلندی، مضامین کی رنگارنگی اور متنوع جمالیاتی رنگوں کا نگار خانہ ہے۔جس میں فلسفیانہ رنگ بھی موجود ہے اور تصوف کی کار فرمائی بھی، معاشرتی حالات و واقعات کی عمدہ تصویر کشی ہے تو معاشی معاملات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔اسی طرح عشق حقیقی کے جلوے بھی روح کے تار ہلاتے ہیں تو محبوب مجازی کے شوق کی طلب بھی پوری شدت کے ساتھ اپنا پتہ دیتی ہے۔وہ جب اپنے یار کا ذکر کرتے ہیں تو جہاں عشق کی مختلف صورتوں کو شعر کا پیرہن عطا کرتے ہیں وہیں پر وہ سراپائے معشوق کو بھی پوری جزئیات کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں کہ شعر مغلیہ جمالیات کا عمدہ نمونہ بن کر قارئین و سامعین کی رگ و ریشے میں اترتا چلا جاتا ہے۔

وہ جمال یار کو پیش کرتے ہوئے زلفوں سے اپنی بات کا آغاز کرتے ہیں۔جس کے لیے وہ ایسے اچھوتے اور نئے مضامین تراشتے ہیں کہ شعر پڑھنا والا جھوم اٹھتا ہے۔اس تناظر میں وہ کبھی لفظی بازی گری دکھاتے ہیں تو کبھی علامات کا ایسا مربوط نظام تخلیق کرتے ہیں کہ خود بخود ہی ان کے استادانہ انداز فکر کی داد دینے کو دل چاہتا ہے۔وہ زلف جاناں کی ایسی مشابہتیں لاتے ہیں کہ ان کے مشاہدے پر رشک ہونے لگتا ہے۔یہ تشبیہات بے شک روایتی ہی کیوں نہ ہوں، ادائے مطلب میں تازہ کاری ضرور نظر آتی ہے۔ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کی پیروی یا نقالی کر رہا ہے۔مثلاً جب وہ اپنے من موہن کو لب دریا زلفیں سنوارتا دیکھتے ہیں تو ان کی اٹھکیلیوں اور سیاہ رنگت کا ان پر اس قدر گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ دریا کے پانی میں اٹھنے والی ہر موج کو زلف معشوق کے جمال میں بے خود ہو کر سانپ کی طرح لہراتا اور بل کھاتا مدہوش اور مست ثابت کرتے ہیں۔یار کی زلفوں کو سانپ کے لہرانے سے مشابہت اگرچہ اردو شاعری میں نئی بات نہ سہی لیکن اسے دریا کی موجوں کی مستی سے وابستہ کر کے ذوق نے استاد شاعر ہونے کا اچھا اور منفرد حوالہ دیا ہے۔

سلجھائیں زلفیں کیا لب دریا پہ آپ نے
ہر موج ، مثل مار سیہ تم بنا چلے(۲)

پارس پتھر کی یہ خوبی بتائی جاتی ہے کہ وہ جس چیز کو چھو لیتا ہے اسے کندن بنا دیتا ہے۔ایک بڑا فن کار بھی اپنے اندر یہ ملکہ رکھتا ہے کہ وہ پائمال سے پائمال مضمون اور موضوع کو اپنی خداداد استعداد سے انفرادیت بخشتا ہے۔ذوق بھی ایسے ہی فن شناسوں میں شمار ہوتے ہیں۔وہ جہاں اپنے زور طبع سے نئے نئے خیالات لاتے ہیں وہیں پر صدیوں سے رائج مضامین کو بھی نئی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

زندگی اور نیا تعارف عطا کرتے ہیں جو اس امر پر دلالت ہے کہ شاعر کے پاس یہ صلاحیت اکتسابی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ جسے ان کے شوق، محنت اور شبانہ ریاضت نے جلاء بخشی ہے۔ پروفیسر صادق کے مطابق:

> ''ذوق عام طور پر نئے موضوعات اور مضامین تلاش کرنے کی بجائے اپنے دور کے مقبول و عام موضوعات و مضامین کی پیش کش پر قانع نظر آتے ہیں کہ وہ پائمال مضامین کو بھی اپنی صاف ستھری زبان اور قادر الکلامی سے چمکا دینے کا فن جانتے ہیں۔''(۳)

سودائیوں کے دل پہ تری یاد زلف میں
اک سانپ سا ہے قید سلاسل میں لوٹتا(۴)

آنکھ کسی بھی شخص یا شے سے الفت اور بیزاری کے اسباب کی تخلیق کا محرک بنتی ہے۔ غزل کی سفری داستان میں اسے مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ شعرا اسے کبھی غزال سے تشبیہ دیتے ہیں تو کبھی بادام اور کشتی کہہ کر نیا اور جمالیات سے لبریز خیال تراشتے ہیں۔ یہ پیغام رسانی کا وسیلہ بھی ہے اور جذبہ خیر و شر کا اعلان بھی۔ یہ وہ دروازہ ہے جس سے گزر کر یار طرح دار دل کی وادیوں میں اترتا چلا جاتا ہے لیکن اس در کی انفرادیت یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ اس رستے سے داخل ہو گیا وہ پھر کبھی باہر نہیں آتا۔

ذوق کی غزلیات میں معشوق کی آنکھ کو کئی اشکال کا لبادہ اوڑھا کر اپنے داخلی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ وہ اپنے مطلوب کی غزالی چشم کے ایسے اسیر نظر آتے ہیں کہ موت بھی انہیں اس خیال کی طلب سے علیحدہ نہیں کر سکتی۔ مذہبی نکتہ نظر سے ہٹ کر شاعر کے تخیل کی تعریف لازم ہے اور اس سے یہ اندازہ لگانے میں بھی کوئی دشواری نہیں رہتی کہ ذوق کی غزل پھیکے رنگوں کے بجائے، دلفریب رنگوں کی قوس قزا ہے جو اپنے اندر متاثر کرنے کے ڈھیروں امکانات رکھتی ہے۔

بعد مردن بھی خیال چشم فتاں ہی رہا
سبزہ تربت مرا وقف غزالاں ہی رہا(۵)

اسی حوالے سے ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے کہ کس خوبی سے ذوق نے چشم کو جوگی کہہ کر مژگاں کو ہجوم کرنے والے بالکے ثابت کرتے ہوئے نہ صرف علاقائی رنگ عطا کر دیا ہے بلکہ اس میں ایک ایسی جاذبیت پیدا کر دی ہے جو ایک طرف سادگی سے اپنا علاقہ رکھتی ہے تو دوسری طرف اس میں ایک ایسی پرکاری بھی پہلی ہی قرات میں محسوس کی جا سکتی ہے جو شعر سننے اور پڑھنے والوں کو اپنا ہم خیال و ہمراہی بنانے کا ہنر جانتی ہے۔ ایسے اشعار ثابت کرتے ہیں کہ ذوق جس محبوب کو اپنی غزلوں کے پردے میں اظہار کی راہ دکھاتے ہیں وہ کوئی مافوق الفطرت اور فرضی تصور نہیں بلکہ یوں لگتا ہے کہ جیسے شاعر کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ایسے مظہر جمال و پری تمثال سے برسوں کا یارانہ ہے اور اس کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے والے نے اسے بہت ہی قریب سے دیکھ رکھا ہے۔

نہیں ہے جوگی اگر چشم یار ، گرد اس کے
ہجوم کرتے ہیں مژگاں کے بالکے کیسا؟(۶)

چشم محبوباں کا ذکر ہو اور ان کی قاتل نگاہ تک بات نہ پہنچے یہ کیسے ممکن ہے؟ اردو غزل کی سلطنت میں حسینوں کی نگاہ اپنی تاثیر میں جادو، تیر، تلوار، کٹاری اور خنجر کے اوصاف رکھتی ہے جس کی تاک اور نشانہ ہر وقت دل عشاق کی تلاش میں رہتا ہے۔ جوں ہی طالب سامنے آتا ہے نگاہ یار کے تیر اس کے دل پر ایسا وار کرتے ہیں کہ وہ کسی گھائل مرغ بسمل کر طرح تڑپ اٹھتا ہے۔ لیکن یہ ایسی تڑپ ہے جو چاہنے والوں کو ایسی لذت سے سرشار کرتی ہے کہ وہ ساری زندگی نگاہ محبوب کے زخمی بن کر ہی جینے میں راحت اور فخر محسوس کرتے ہیں۔

ذوق نے بھی اپنے پیتم کی جادو نگاہی کے حوالے سے بیسیوں اشعار باندھے ہیں۔ جس میں وہ اپنے جذبات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حقیقت کے ساتھ مبالغے کا بھی احساس جنم لیتا ہے۔ لیکن ان کے سلجھے ہوئے انداز بیان اور فنی مہارت نے اس مبالغے سے بھی ایسا حسن تخلیق کر لیا ہے جو ان کی شاعرانہ خوبی بن کر ابھرتا ہے۔ مہناز اختر نقوی کے بقول:

> ”ذوق دہلوی کا تصور حسن و عشق ایک ایسے شریف زادے کی رام کہانی ہے جو احساس حسن بھی رکھتا ہے اور جذبہء شوق سے بھی مالا مال ہے لیکن اس کی داخلی شرافت اور خاندانی نجابت اظہارِ ذات و ذاتی نظریات کی اجازت نہیں دیتی۔ کہیں کہیں ان کی شعریات اور متخیلہ مبالغے کے دائرے میں بھی قدم رکھتا نظر آتا مگر ان کی سلجھی ہوئی علامات، تشبیہات اور استعاراتی نظام ہر طرح کی سیمابی کیفیات کو ایک توازن اور ترتیب عطا کر کے شاعرانہ دلکشی اور جمالیاتی مرقعوں کی تشکیل کا سبب بنتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی غزلوں کا محبوب خوب صورت ہوتے ہوئے بھی بے باک نہیں ہوتا۔ اس کی آنکھوں کی کشش عاشق کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے چاہے چلا جائے۔،،(۷)

ذوق کے خیال میں ان کے لالن کی نگاہ کا تیر موت کا ہی دوسرا نام ہے جو ایک دفعہ اس کا شکار ہو گیا تو پھر سمجھو اس کی نجات سوائے موت کے ممکن نہیں اور اس کے اثرات اس قدر گہرے دور رس اور متواتر ہیں کہ جس جس کو بھی اس نے دیکھ لیا وہ بلا تخصیص کام سے گیا۔

ترا تیر نگہ پیک قضا سے کم نہیں قاتل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

جدھر چلتا ہے، بن کر موت کا پیغام چلتا ہے (۸)

مژگانِ یار کی جنبش عاشقوں کے دل کی دھڑکنوں کو بے تاب کرنے کا موجب بنتی ہے۔ کبھی ان کے اٹھنے سے آنکھیں چار ہونے پر محبوب کی محبت کا گمان جاگ اٹھتا ہے تو کبھی ان کا جھک جانا نظر انداز کرنے کی علامت بن جاتا ہے۔ انہی پلکوں کی حرکات و سکنات حیا اور آزاد خیالی کی گواہی بھی بنتی ہیں۔ غزل کے شعراء نے ان کو بڑے تسلسل سے اپنے اشعار میں استعمال کرتے ہوئے نئے نئے مضامین لانے کی کوشش کی ہے جس میں وہ خاصے کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔

ذوق کے دیوان کے مطالعہ سے با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں بھی نازنینوں کی پلکیں اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ وہ بھی ان سے متاثر ہو کر نہ صرف اپنے اشعار میں ان کو جگہ دینے پر مجبور نظر آتے ہیں بلکہ ان کا دل یار کی پلکوں کے جلوؤں کا ایسا مسکن ہے جس میں وہ اپنی تمام تر نرگسیت اور متاثر کن اداؤں کے ساتھ قیام کرتی ہیں اور شاعر اپنے دماغ کے بار بار اکسانے کے باوجود ان سے کنارہ کشی کا سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ مشرقی تصور جمالیات میں پلکوں کی لمبائی اور مضبوطی کو خوبی سمجھا جاتا ہے۔ ذوق اسی تصور کے پیشِ نظر اپنے دوست کی مژگاں کو نخل سے تشبیہ دے کر دلچسپ صورتحال پیدا کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

نخلِ مژگاں سے ہے کیا جانیے کیا چشم ثمر
چشم پانی کی جگہ خون جگر دیتی ہے (۹)

ذوق اپنی بات میں وزن اور دلکشی پیدا کرنے کی خداداد صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے الفاظ کا انتخاب ماہرانہ اور عاشقانہ ہے۔ اسی سبب وہ عام اور معمولی خیال کو بھی بلندی عطا کر دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ کس مقام اور منظر کے لیے کیسے الفاظ تراکیب اور محاورات کو منتخب کرنا ہے۔ ان کی اس خوبی نے انہیں اپنے عہد میں اس مقام اور مسند سے نوازا کہ غالب جیسا شخص جو اپنی انانیت پسند طبع کے ہاتھوں ایسا مجبور تھا کہ وبائے عام میں مرنا بھی کسر شان سمجھتا تھا۔ اپنے تخلص کا دوسرا آدمی دیکھتا ہے تو اپنا تخلص تک بدل لیتا ہے (۱۰) لیکن لاکھ انکار کرتے ہوئے بھی ذوق کے اثر اور پیروی سے نہیں بچ سکتا۔

ذوق، چشم، نگاہ اور مژگاں کے بعد ابروے ماہ رخاں کو بھی محبوب کے حسن کی ایسی صورت مانتے ہیں جو پروانوں کو اپنی کشش کے سبب اپنی طرف یوں کھینچتی ہیں کہ انہیں اپنا ہوش تک نہیں رہتا۔ وہ اپنے معشوق کی بھنوؤں کو ہلال، کماں، دھواں اور تلوار جیسا کہہ کر اس کے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

چرخ پر نور قمر گاہے بڑھے ، گاہے گھٹے
حسن تیرا وہ ہے جو روز اے ہلال ابرو بڑھے (۱۱)

محبوب کے ہونٹ اپنی حلاوت اور بناوٹ کے سبب حسن پرستوں کے لیے کشش کے بہت سے وسائل لیے ہوئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ہوتے ہیں۔ان کی سرخی، گداز اور امرت رس پتھر دلوں کو بھی موم کرنا جانتا ہے۔دنیا کی کسی بھی زبان کی شاعری پڑھ لیں اس میں کسی نہ کسی رنگ میں لب معشوق کی مدح وستائش ضرور پڑھنے کو ملے گی۔کلاسیکی اردو غزل میں ایسے مضامین دیکھنے لگیں تو دفتروں کے دفتر لگ جائیں۔اس پر کمال یہ کہ جمال لب جاناں میں اتنی وسعت اور متنوع کیفیات کو ترتیب دینے کی گنجائش ہے کہ سینکڑوں اشعار کہہ اور پڑھ لینے پر بھی اس کی تازگی کم نہیں ہوتی۔

ذوق نے بھی لب لعلیں کے مضمون کو مسلسل اور اچھا باندھا ہے۔ان کا یہ ایمان ہے کہ معشوق کے گلابی ہونٹ دیکھ کر نہ جانے کتنے عشاق اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے یہ کشش اس وقت اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے جب یار پان منہ میں رکھتا ہے اور اس کی رنگت ہونٹوں کو مزید انفرادیت بخشنے کا سبب بنتی ہے۔

دیکھنا اے ذوق پھر ہوں گے وہی لاکھوں کے
خون
پھر جمایا اس نے لعل لب پہ لکھا پان کا(۱۲)

میاں محمد شریف محبوب کی سراپا نگاری کے تناظر میں عاشق کی کیفیات کی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب ایک شخص اپنی محبوبہ کے تصور میں محو ہوتا ہے تو اس کا بصری تصور ایسا صحیح ہوتا ہے کہ گویا وہ جمال یار ہی سے آنکھیں ٹھنڈک کر رہا ہے۔گو ساتھ ساتھ دھندلے اور ہلکے تصورات اس کی محبوبہ کی آواز کے اس کے لباس کی مہک کے، اس کے لب لعلیں کی میکد کے، اس کے خرام ناز کے حتیٰ کہ اس حرارت کے جسے وہ اپنی موجودگی میں محسوس کرتا ہے۔"(۱۳)

معشوق کے ہونٹوں کی دلفریبی اور کرامت کے تناظر میں ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے کہ جس میں شاعر نے دور کی کڑیاں ملا کر شعر کے حسن اور لذت کو دوچند کر دیا ہے۔شعر کے دروبست سے یوں لگتا ہے جیسے قیمتی موتیوں کی کان شاعر کے ہاتھ لگ گئی ہو۔

درفشاں وقت سخن ہیں لب رنگیں تیرے
ہوئے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا(۱۴)

کسی بھی چہرے پر ماتھے کا وجود اور بناوٹ اگر حسن توازن اور ترتیب میں نہیں ہو گا تو اس چہرے کا پورا نقش اپنی کشش کھو بیٹھے گا۔حسن پرستوں کے لیے تو پہلی نگاہ ڈالنے پر بار دگر اسے دیکھنے کا نہ تو جواز رہتا ہے اور نہ ہی سوال پیدا ہوتا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی اگر اس کی بناوٹ اپنے نقش عشاق کے دل میں بیٹھانے کی خداداد خوبی رکھتی ہو تو پہلی جھلک سرسری پڑنے پر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ہی دیکھنے والی آنکھ وہیں کی ہو رہتی ہے۔

شاعری میں مطلوب کی جبیں کا حسن مثالی شادابی لیے ہوئے نظر آتا ہے۔ جس کی ترجمانی کے لیے شعراء مختلف فکری و تکنیکی وسائل سے کام لے کر مضمون آفرینی کے جتن کرتے ہیں۔ یہی روایتی رنگ ہمیں ذوق کی غزل میں بھی صاف عیاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی ہنر کاری کے بل بوتے پر انتہائی دلچسپ اور اچھوتے مضامین باندھتے ہیں۔ جن کا کلی تاثر جمال یار کا کمال دکھانا ہے۔ چاند کی مثالی دلکشی کوڑھ سے کوڑھ مغز انسان کو بھی اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ اسی حسن کاری کو بنیاد بنا کر ذوق نے اسے ماہ کہہ کر پکارا ہے جس سے شاعر کے دل میں اپنے یار کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

شبِ فراق میں اس مہ جبیں کے انجم چرخ
ڈراتے ہیں مجھے آنکھیں نکال کے کیسا(۱۵)

رخسار ماہ رخاں اپنے اندر دنیا جہان کا حسن، پاکیزگی، حیا اور معصومیت رکھتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر خورشید، ماہ چار دہ، پھول اور شعلے کی بھڑک کا گمان گزرتا ہے۔ یہ مردم بیزار اور خوابیدہ جذبات کے حامل انسانوں کے جذبات کو بھی عالم شباب پر پہنچا کر اس قدر بے خود کر دیتے ہیں کہ انہیں اپنے وجود اور افعال و اعمال پر اختیار نہیں رہتا۔ ایسے حالات میں قلوب عاشقاں پر جو چھریاں، برچھیاں، خنجر اور طلب کی تڑپ اور تیر چلتے ہوں گے اس کا اندازہ وہ جان سکتا ہے جو ماہ جبینوں کے رخسار کا پرستار ہوتا ہے۔

ذوق کی شاعری اور جذبات بھی حسینوں کے گال کی رنگت، مسحور کن احساس اور ایسی کیفیات کا آتش کدہ ہیں جس میں وہ خود بھی جلتے ہیں اور اپنے سامعین کو بھی مچلنے پر مائل کرتے ہیں۔ ذوق نے اس طرح کے مضامین بیان کرنے کے لیے متنوع فنی حربوں سے کام لیا ہے۔ جس سے ان کے اشعار میں ایسی شعریت اور عنایت نے جنم لیا ہے جو ان کے عہد کے گنتی کے چند شعراء میں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد ذوق کے کلام کی اس خوبی پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ذوق کے ہاں صنائع و بدائع کا استعمال فن کارانہ ہے انھوں نے فن شعر کے ان آرائشی عناصر میں اپنی اختراعی صلاحیت کے باعث شعریت اور نغمگیت کی تاثیر بھر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بہت سے شعر ضرب المثل کی حیثیت سے زبان زدِ عوام و خواص ٹھہرے۔“(۱۶)

ذوق رخسار بتاں کی خوبصورتی کو گلشن سے مشابہت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر شخص آتے جاتے اسی کوشش اور لگن میں ہوتا ہے کہ وہ میرے یار کے گلشن رخسار سے رنگ برنگے پھول چن کر اپنے دامان نظر میں یوں بھر لے کہ اس کا انگ انگ مہک اٹھے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

خوب اس گلشن رخسار سے لے جاتے ہیں گل
اپنے دامان نظر مردم بینا بھر کے(۱۷)

محولہ بالا تمام عضو مل کر جسم کے جس حصے کی تشکیل کرتے ہیں اسے چہرا کہا جاتا ہے۔ کسی شخص کا چہرا ہی دراصل کسی دوسرے کو اپنی طرف کھینچے چلے آنے کا پہلا جواز فراہم کرتا ہے۔ یوں ہر متاثرہ فرد اپنے ذوق جمال، مشاہداتی استعداد اور داخلی لگاؤ کے زیرِ اثر اپنے پیکر کمال کو الفاظ و علامات میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش میں گو کہ سب کو ایک جیسی کامیابی نصیب نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود مختلف عشاق کے نظریات کے انسلاکات و افتراقات سے خوب صورت چہرے کی ترجمانی کی نئی نئی صورتیں ضرور جنم لیتی ہیں۔ کبھی اس کی چمک دمک اور سرخی مائل رنگت کے سبب اسے گل رو کہہ کر اس کی خوبصورتی کا اعتراف کیا جاتا ہے، تو کبھی ماہ رو کہہ کر حیرت و استعجاب کا مضمون پیدا کرنے کی جستجو کی جاتی ہے۔

تیرے جلوے سے چمن کی رونق اے گل رو بڑھے
شاخِ گلبن میں بڑھے گل، گل میں رنگ و بو بڑھے(۱۸)

مرا گھر تیری منزل گاہ ہو ایسے کہاں طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا(۱۹)

اسی طرح بعضے خورشید رو کی علامت مستعار لے کر یار کے رخ کی تپش اور حسن کی حرارت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ذوق کا ایک شعر اس حوالے سے پیش خدمت ہے جس سے شاعر کے پوشیدہ و ظاہری مفہوم و مطلب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس خیال کے حامل اشعار دیوان ذوق میں نہ صرف بکثرت پڑھنے کو ملتے ہیں بلکہ روایتی رنگ سخن کی جگالی کی بجائے نیا پن اور جدت ادا کے حامل بھی ہیں۔

خال اے خورشید رو رخ پر تمہارے جب بنے
تیرہ بختان محبت سوختہ کوکب بنے(۲۰)

سراپا نگاری کے مضامین محبوب کی خوب صورتی اور دل آویزی کی ترجمانی کے سبب اکثر پر تکلف سرحدوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جس سے بیان کا ابلاغ مبہم ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی اجتناب ممکن نہیں کہ سراپائے محبوب کے لیے اگر بھڑکیلے اور مسجع الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے تو معشوق کے خال و خط کی مختلف اشکال وہ مقام نہیں پا سکتیں جو منشائے شاعر ہوتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

ذوق نے بھی ایسے اشعار کثرت سے کہے ہیں کہ جس میں وہ اپنے خورشید رو مطلوب کے مجموعی حسن کو نہ صرف سراہتے ہیں بلکہ اس کے روحانی اسیر معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کمال اور انفرادیت یہ ہے کہ وہ روز مرہ اور محاورہ کو حسب ضرورت استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کو اس طرح سادہ رکھتے ہیں کہ شعر پڑھنے اور سننے کے ساتھ ہی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ یہ سادگی کہیں بھی کلام کا نقص نہیں بنتی بلکہ اس سے ان کے سنجیدہ مزاج قارئین میں بھرپور اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی ذوق کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''شاعری بالخصوص اردو شاعری کے لحاظ سے ذوق زبان اور محاورہ کے لیے سند و اعتبار کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کی زبان کی سادگی و سلاست، نرمی و گھلاوٹ کے اعتبار سے لوگ انہیں میر کی روایت کا نمائندہ خیال کرتے ہیں۔''(۲۱)

دیکھیے کس طرح وہ اپنے یار سے وصل کی طلب، شدت اور تڑپ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے داخلی اضطراب کی پیاس بجھاتے ہیں۔ جس میں زبان کی سادگی نے ایسی دلکشی پیدا کر دی ہے کہ جس میں محبوب کے قد اور حسن کے مثالی نمونے تشکیل پاتے دکھائی دیتے ہیں۔

حشر تک دل میں رہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب اپنی تھی یارب کس قیامت کی طلب(۲۲)

ذوق کے محبوب کا سراپا حور کے جیسا بھی ہے۔ جس سے عیاں ہے کہ وہ کوئی مافوق الفطرت شئے ہے۔ جس کا وجود تخلیق میں یکتائی رکھتا ہے۔ وہ اس قدر مقدس احساس لیے ہوئے ہے کہ اس کی نسبت سے اس کا گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ لیکن رقیب روسیاہ کی موجودگی اسے جہنم میں بدل دیتی ہے۔ شاعر نے اس شعر میں صنعت تشبیہ، تضاد اور مبالغہ کا استعمال اس طرح کیا ہے کہ شعر معنی کا بے کراں جہاں بن گیا ہے۔

اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں(۲۳)

محبوب کے مجموعی سراپے کو گل کی تمثیل میں بیان کرنے کی روایت ہر زبان کے شعر و ادب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اردو ادب خصوصاً غزل میں بھی اس کے عملی اور اعلیٰ نمونے ہر کلاسیک و جدید غزل گو کے ہاں موجود ہیں۔ ذوق نے بھی اس روایت کو من و عن قبول کیا ہے بلکہ اپنے شعری ملکہ سے اس میں بساط بھر اضافہ بھی کیا ہے۔ ایسے اشعار میں وہ بعض اوقات گل کے عاشق یعنی بلبل کو مقابلے پر اکساتے نظر آتے ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ ان کے صاحب جمال جیسا کوئی اور ہے ہی نہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

بلبل کا اگر گل ہے تو گل فام ہے اپنا
وہ شوخ اگر لائے تو میں شنگ نکالوں(۲۴)

شیخ ابراہیم ذوق کے معشوق کا مثالی حسن کسی پری کا نقش معلوم ہوتا ہے۔جو ایک دفعہ اس کو دیکھ لیتا ہے وہ اس کے حسنِ بلاخیز کا ایسا گرفتار ہوتا ہے کہ جن اور خطرناک بلائیں نکالنے والے بھی عاشق کو اس بلائے حسن سے نہیں بچاسکتے۔

عشق اس پری کا ہے وہ بلا ، جائے لے کے
جاں
یہ جن نہیں ہے جس کو سیانا اتار دے(۲۵)

ذوق جب اپنے محبوب کو دیکھتے ہیں تو انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی چودھویں کا روشن اور چمکتا ہوا چاند ان کے روبرو آن کھڑا ہو۔وہ یار کا وصل نصیب ہونے پر شرمانے یا گھبرانے کی بجائے ولی دکنی کی طرح اسے اپنی آنکھوں میں بھر اور روح میں اتار لینے کا ارمان رکھتے ہیں لیکن ایسے اشعار میں بھی وہ دہلویت کا سلجھا ہوئے تصور حسن و عشق کی اقدار کو پائمال نہیں ہونے دیتے۔یہ رویہ قارئین و سامعین کی نظر میں ان کے مرتبے میں مزید اضافے کا موجب بنا ہے۔

کرو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہ چاردہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بہ یک جلوہ چودہ طبق ہو(۲۶)

درج بالا گفتگو، اشعار اور تنقیدی حوالوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ذوق بلاشک وشبہ اردو کلاسیکی غزل کے اہم ترین شاعر ہیں،جہنوں نے جمال معشوق کے عمدہ شعری نمونے پیش کرنے کے ساتھ غزل کی شان و شوکت اور مرتبے میں ایسا اساسی کردار ادا کیا ہے کہ جسے ادب کی دنیا میں کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حوالہ جات

۱۔ شبلی نعمانی، مولانا، شعر العجم، جلد پنجم، اعظم گڑھ: معارف پریس، ۱۹۹۱ء، ص:۳۴
۲۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص:۲۰۸
۳۔ صادق، پروفیسر، ہوگئی معنی میں دقعت، شعر پر اچھا ہوا، مشمولہ: ذوق دہلوی ایک مطالعہ، مرتبہ، شاہد ماہلی، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۸ء، ص:۴۷
۴۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ص:۱۵۱
۵۔ ایضاً، ص:۱۳۱
۶۔ ایضاً، ص:۱۲۴
۷۔ مہناز اختر نقوی، کلاسیکی غزل کا تنقیدی مطالعہ، دہلی: سویرا پبلشرز، ۱۹۶۹ء، ص:۱۶۱
۸۔ ایضاً، ص:۲۲۲
۹۔ ایضاً، ص:۲۲۷
۱۰۔ حالی، الطاف حسین، مولانا، یادگار غالب، کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۷ء، ص:۱۱۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.3 2021

۱۱۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ص: ۲۳۴
۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۲۲
۱۳۔ محمد شریف، میاں، جمالیات کے تین نظریے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۰۰
۱۴۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ص: ۱۴۰
۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۲۴
۱۶۔ ارشد محمود ناشاد، اردو غزل کا تکنیکی، ہیتی اور عروضی سفر، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۱۱
۱۷۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ص: ۲۱۲
۱۸۔ ایضاً، ص: ۲۳۳
۱۹۔ ایضاً، ص: ۱۴۸
۲۰۔ ایضاً، ص: ۲۴۷
۲۱۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، ذوق دہلوی، نئی دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص: ۵۰
۲۲۔ ذوق، محمد ابراہیم، دہلوی، کلیات ذوق، مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ص: ۱۵۶
۲۳۔ ایضاً، ص: ۱۸۴
۲۴۔ ایضاً، ص: ۱۸۸
۲۵۔ ایضاً، ص: ۲۲۵
۲۶۔ ایضاً، ص: ۱۹۵